تدوین حدیث

محاضرۂ چہارم

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد)

(۱۰)

مان لیجئے کہ دو سو حدیثیں سہی، خیال تو کیجئے کہ جس شخص کا مسلک یہ قرار دیا جاتا ہو کہ وہ دنیا سے حدیثوں کے قصے ہی کو ختم کر دینا چاہتا تھا، وہی کیا دو ایک نہیں دو دو ڈھائی ڈھائی سو حدیثوں کا خود راوی بن سکتا ہے؟

اور تعداد کا یہ قصہ تو محدثین کی خاص اصطلاح کی بنیاد پر ہے، ورنہ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں فن حدیث کے بعض نکات کا ذکر کر کے دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت کرنے والوں میں حضرت عمرؓ کا شمار صحابہ کے اس طبقہ میں کرنا چاہئے جنہیں مکثرین کہتے ہیں، یعنی جن کی حدیثوں کی تعداد ہزار یا ہزار سے بالا ہو۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

"پس ایں عزیزاںؓ از مکثرین باشند و شواہد ایں مقدمہ بسیار است لکن بسط مقال در آں باب فرصتے می طلبد" ص ۲۱۴ ج ۲ ازالہ

(یعنی ان بزرگوں کو چاہئے کہ طبقہ مکثرین (ہزار یا ہزار سے بالا حدیثوں کی روایت کرنے والوں میں) ان کو شمار کیا جائے اس دعویٰ کی تائید میں بہت سی شہادتیں پیش ہو سکتی ہیں، مگر اس کی تفصیل کے لئے فرصت کی ضرورت ہے)

ل شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں چند اور صحابیوں کو بھی شمار کیا ہے "عزیزاں" کے لفظ سے سب ہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں حضرت عمرؓ بھی شریک ہیں ۱۲

خلاصہ یہ ہے کہ جن روایتوں کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ حدیثوں کی روایت کے قصے ہی کو ختم کر دینا چاہتے تھے قطع نظر ان کمزوریوں کے جو ان روایتوں کی سندوں میں پائی جاتی ہیں میں پوچھتا ہوں کہ ان کے مقابلہ میں صحاح کی ان حدیثوں کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے جن کی اتنی بڑی تعداد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے کتابوں میں ملتی ہیں۔ اور یہ بحثیں تو اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب خواہ مخواہ یہ مان لیا جائے کہ حضرت عمرؓ کی طرف یہ روایتیں جو منسوب کی گئی ہیں ان کا مقصد یہی ہے جو حدیث کے مخالفین ان سے سمجھنا یا سمجھانا چاہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ معمولی تامل سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو روایتوں کے اکثار سے منع فرماتے تھے، یعنی چاہتے تھے کہ کمًّا وکیفًا حدیثوں کے بیان کرنے میں کثرت کی راہ لوگ نہ اختیار کریں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن صحابیوں کو آپ نے روکا تھا، ان پر الزام حضرت کا یہی تھا کہ تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے بیان کرنے میں اکثار کی راہ اختیار کی آپ کے الفاظ انکم اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بہ کثرت حدیثوں کی روایت کو وہ روکنا چاہتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے کس لفظ سے یہ سمجھ لیا گیا کہ سرے سے کلیتہً روایت حدیث کے رواج ہی کو وہ مسدود کرنا چاہتے تھے بلکہ اسی سلسلہ میں قرظہ بن کعب صحابی سے شعبی نے یہ قصہ نقل کیا ہے اور مخالفین حدیث اس کو بھی عموماً اپنے خیال کی تائید میں پیش کرنے کے عادی ہیں۔ یعنی شعبی کہتے تھے کہ حضرت قرظہ بن کعب نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ

خرجنا فشیعنا عمر الی صرار	ہم مدینہ سے نکلے، تو میری مشایعت میں
ثم دعا بماء فتوضا ثم قال	حضرت عمر صرار نامی مقام تک آئے پھر آپ
اتدرون لم خرجت معکم	نے پانی طلب کیا اور وضو کیا، پھر فرمایا تم

قلنا اردت ان تشیعنا وتکرمنا قال ان مع ذلک لحاجۃ خرجت انکم تاتون بلدۃ لاھلھا دوی بالقرآن کدوی النحل فلا تصدوھم بالاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتشغلوھم جودوا القرآن واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امضوا وانا شریککم۔ جامع ص ۱۲۰ ج ۲ وتذکرۃ الحفاظ

لوگوں نے سمجھا ہی کہ تمہارے ساتھ میں بھی (مدینہ سے نکل کر یہاں تک) کیوں آیا ہیں نے عرض کیا ہم لوگوں کی مشایعت کے لئے آپ تشریف لائے اور ہماری عزت افزائی فرمائی حضرت عمرؓ نے تب کہا کہ اس کے سوا ایک اور ضرورت بھی تھی جس کے لئے میں مدینہ سے نکل کر تمہارے ساتھ یہاں تک آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ایک ایسے شہر میں پہنچو گے جس کے باشندوں میں قرآن کی تلاوت اس طرح گونجتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے گونج پیدا ہوتی ہے، تو دیکھنا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو بیان کر کر کے تم لوگ ان لوگوں کو قرآن کی مشغولیت سے، روک نہ دینا قرآن کو استوار کرتے چلے جائیو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حدیثوں کے بیان کرنے میں کمی کیجیو۔ اب جاؤ، اور میں تمہارا ساتھی ہوں،

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان تین صحابیوں والی روایت میں حضرت عمرؓ نے صحیفوں کے اکتناز کی جہاں شکایت کی وہیں قرظہ کی اس روایت میں اپنے منشا کو ظاہر کرتے ہوئے قطعی طور پر حدیثوں کی روایت سے لوگوں کو منع نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ

اقلوا الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم — اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حدیثوں کے بیان کرنے میں کمی کیجیو،

ممانعت تو خیر دور کی بات ہے، میں تو حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کو روایت حدیث کا حکم سمجھتا ہوں، البتہ یہ حکم ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے، یعنی کثرت کی راہ نہ اختیار کی جائے۔ ورنہ اقلال اور کمی کی شرط کی تکمیل کرتے ہوئے اپنے مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ حضرت عمرؓ حدیثوں کی روایت کا یقیناً حکم دے رہے ہیں، حافظ ابن عبد البر نے بھی ان روایتوں کا تذکرہ کرکے یہی لکھا ہے کہ

هذا يدل على نهيه عن الاكثار وامره بالاقلال من الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ص ۱۲۲ — حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا الفاظ یہ بتلاتے ہیں کہ روایت حدیث میں کثرت اور زیادتی کو وہ روکنا چاہتے تھے اور اس کا حکم دے رہے ہیں کہ روایت حدیث میں کمی کی راہ اختیار کی جائے۔

پھر آگے چل کر وہی لکھتے ہیں اور بالکل سچ لکھتے ہیں کہ

ولو كره الرواية وذمها لنهى عن الاقلال والاكثار — اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت مطلقاً ان کے نزدیک ناپسند ہوتی اور اس فعل کو وہ کلیتہً برا خیال کرتے تو چاہیے تھا کہ روایتوں کے بیان کرنے میں کثرت و زیادتی اور قلت و کمی دونوں ہی سے لوگوں کو روک دیتے

باقی اکثار سے کیوں منع کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کے منسوب کرنے میں منسوب کرنے والوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں

ان عہدہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توقع احتیاط کے اسی طریقے سے ممکن ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی توجیہ کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کثرت روایت سے ممانعت اور قلت روائت کا حکم حضرت عمرؓ نے اسی لئے دیا تھا کہ کثرت کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کے منسوب ہو جانے کا زیادہ اندیشہ تھا۔ نیز اس کا بھی خوف تھا کہ جو حدیثیں لوگوں کو اچھی طرح محفوظ نہ ہوں اور پورا ابھروسہ اپنی یاد پر نہ ہو اس قسم کی حدیثوں کے بیان کرنے پر لوگ جری ہو جائیں گے۔

آخر میں اپنے اس بیان کو حافظ نے ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔

إن ضبط من قلة روايته أكثر من ضبط المستكثر وهو أبعد من السهو والغلط الذي لا يؤمن مع الإكثار ص۱۲۲ جامع ج۲	روائت میں کمی اور قلت کی راہ اختیار کرنے والوں کے لئے ضبط و احتیاط کی توقع روایتوں میں کثرت کی راہ اختیار کرنے والوں سے بھی زیادہ ہے، نیز بھول چوک اور غلطی سے وہ محفوظ نہیں رہ سکتا جو روائت میں کثرت کی راہ اختیار کرے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ قطعاً نہ تھا کہ کلیۃً لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت کرنے سے روک دیا جائے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ ان ہی حدیثوں کی حد تک لوگ اپنے بیان کو محدود رکھیں، جن کے متعلق پورا اطمینان ہو کہ جو کچھ انھوں نے دیکھا یا سنا ہے وہی وہ بیان کر رہے ہیں۔ ایک خاص حدیث جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بیان کرتے ہوئے لوگوں سے کہا تھا کہ

من عقلها ووعاها وحفظها فليحدث بها حيث تنتهي	جس نے اس حدیث کو اچھی طرح حافظہ میں جمالیا، اور اس کو سمجھ لیا اور یاد کر لیا چاہئے

يعمل به ومن خشي ان لا يعيها فاني لا احل له ان يكذب علي ص۱۲۲

کہ وہی اس کو ان مقامات تک بیان کرتا جائے جہاں تک پہنچ کر اس کا اونٹ رک جائے مگر جسے اندیشہ ہے کہ حدیث کو دل میں پورے طور پر جما نہیں سکا ہے میں اس کے لئے کبھی اس کو جائز نہ قرار دوں گا کہ میری طرف جھوٹ کو وہ منسوب کرے۔

حافظ نے حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کو جو صحاح ستہ بلکہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں پیش کرتے ہوئے پوچھا ہے کہ اگر حضرت عمر کا وہی مسلک ہوتا، جسے مخالفین حدیث ان کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں تو لوگوں کو اس حدیث کے بیان کرنے کا حکم کیوں دیتے بلکہ ان کے آخری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اپنی یاد پر پورا اطمینان اور بھروسہ نہ ہو صرف ان ہی کو روکنا یہی حضرت عمرؓ کا اصل مقصود ہے، حافظ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ

يخرج معناها على ان من شك في شيء تركه ومن حفظ شيئا واتقنه جاز له ان يحدث به وان الاكثار يحمل الانسان على التقحم في ان يحدث بكل ما سمع من جيد وردي وغث وسمين ص۱۲۳

حضرت عمرؓ کے ان الفاظ سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حدیث کے متعلق کسی قسم کا شک اگر رکھتا ہے تو چاہئے کہ اس حدیث کی روایت ترک کردے اور جس نے حدیث کو یاد رکھا ہے اور اچھی طرح سے اس کو محفوظ کر لیا ہے اس کے لئے جائز ہے کہ لوگوں سے اسے بیان کرے، بہر حال اکثار یعنی روایت میں کثرت و زیادتی کے جس طریقہ کا حضرت عمرؓ انسداد کرنا چاہتے تھے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن

لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ بھلی بری درست
وناددرست جو بات بھی ان کے کان تک پہنچی
بیان کرنے لگتے ہیں، وہی اس حکم کے مصداق
ہیں اور ان ہی سے اس حکم کا
تعلق ہے

آخر دینی زندگی کی جو بہری تعمیر خبر آحاد کی ان حدیثوں پر جب موقوف نہیں ہے، اسی لئے ہر مسلمان تک ان کا پہنچانا یوں ہی غیر ضروری ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تبلیغ میں عمومیت کی راہ اسی لئے اختیار نہیں فرمائی ایسی صورت میں کھلی ہوئی بات ہے کہ جو کچھ بیان کر رہا ہے بیان کرنے والے کو جب اس پر پورا اطمینان بھی نہ ہو تو خواہ مخواہ ان کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہتی ہے، بلکہ مسلمانوں پر جو ذمہ داریاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت کرنے میں عائد کی گئی ہیں، ان کا اقتضار یہی ہے کہ ایسی روایت سے آدمی دامن کش ہو کر گذر جائے مشہور حدیث نبوی جس میں فرمایا گیا ہے کہ

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع — کسی شخص کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا چلا جائے۔

اس میں جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے بھی لکھا ہے، احتیاط کے اسی طرز عمل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یہی نقطۂ نظر تھا جس کا ذکر بعض صحابہ اس وقت کرتے تھے، جب لوگ ان سے کہتے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں کیوں نہیں بیان کرتے، بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے حوالہ سے یہ مکالمہ نقل کیا گیا ہے، یعنی عبداللہ بن زبیر کہتے تھے کہ میں نے اپنے والد زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ کو میں دیکھتا

ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں نہیں بیان کرتے، جواب میں حضرت زبیر نے فرمایا کہ

اما انی لم اُفارقه منذ اسلمت ولکنی سمعته یقول من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعده من النار	واقعہ یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں کبھی جُدا نہ ہوا لیکن میں نے ان ہی سے سنا ہے کہ قصداً مجھ پر جو جھوٹ باندھتا ہے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۔

حالاں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثوں کی کافی تعداد مروی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو پھر بھی حضرت سے کمی روایت کی شکایت تھی، ان ہی شکایتوں کو سن کر آپ فرماتے

انی لیمنعنی ان احدث حدیثا کثیراً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی الخ (بخاری)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو میں کثرت سے جو بیان نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ من تعمد والی روایت مجھ کو اس سے روکتی ہے۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ روایت کی کثرت میں حضرت انسؓ کو اس کا اندیشہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے بعض صحابی جب زیادہ عمر اور بوڑھے ہو گئے تھے لوگ ان سے عرض کرتے کہ رسول اللہ کی کچھ حدیثیں بیان کیجئے تو فرماتے

کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشدید (ابن ماجہ)	ہم اب مسن ہو گئے، بھول لگ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حدیث کا بیان کرنا بڑا سخت معاملہ ہے۔

قرظہ بن کعب جن کو کوفہ رخصت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اقلال روایت کی وصیت کی تھی ان کے متعلق بھی لکھا ہے کہ جب وہ کوفہ پہنچے، اور لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں کچھ بیان کیجئے تو انھوں نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ

نھانا عمر بن الخطاب ص۲۱ ج۲ جامع — ہمیں عمر بن الخطاب نے اس سے منع کیا ہے

بعض روایتوں میں ہے کہ قرظہ نے کہا کہ عمرؓ کی اس وصیت کے بعد

ما حدثت بعدہ حدیثا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۲۰ ج۲ جامع — حضرت عمرؓ کی ممانعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے میں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی

حدیثوں کے باب میں احتیاط ہی کی روش تھی جس کی پابندی بعد کو لوگ کرتے رہے، امام مالک کے متعلق ان کے شاگرد رشید امام شافعی تو کلیہ ہی بیان کرتے تھے کہ

کان مالک اذا شك في الحديث ترکه کله الدیباج الذہب ص۲۲ — امام مالک کو جب کسی حدیث میں شک پیدا ہو جاتا تو اس کو کلیۃً ترک کر دیتے (یعنی اس حدیث کو بیان ہی نہیں کرتے تھے)

لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام مالک کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کے گھر سے سات صندوق نکالے، جن میں صرف ابن شہاب زہری کی حدیثوں کے مسودات بھرے ہوئے تھے، مسودوں کی حالت یہ تھی کہ

ظھورھا وبطونہا ملأی — یعنی ہر ورق کے دونوں صفحات بھرے ہوئے تھے

ان کو باہر نکال کر لائے اور امام مالک کے شاگردوں کے حوالہ کیا۔ لوگوں نے پڑھنا شروع کیا۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان کو معلوم ہوا کہ ان مسودوں میں جو کچھ

لکھا ہوا ہے، امام مالک نے ایک چیز بھی کسی کے سامنے ان سے بیان نہ کی تھی ان ہی کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ

لما مات مالك اصيب فى بيته صناديق عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما ليس فى الموطاء منه شئ الا حديثين ص۲	جب امام مالک کی وفات ہوئی تو گھر میں چند صندوق پائے گئے جن میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایتیں تھیں ایسی روایتیں جن میں سے ان کی کتاب موطا میں صرف دو حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

امام مالک کی کتاب موطا کے متعلق لوگوں نے لکھا ہے کہ شروع میں دس ہزار حدیثوں پر یہ کتاب مشتمل تھی، لیکن ہر سال امام مالک اس پر نظر ثانی کرتے اور جس روایت میں معمولی شک بھی ہوتا، اس کو کتاب سے ساقط کر دیتے۔ اس طریقہ سے بڑا حصہ روائتوں کا موطا سے خارج ہو گیا، ص۲۵ دیباچ۔ امام مالک خود بیان کرتے تھے کہ ابن شہاب زہری سے میں نے جتنی حدیثیں سنی ہیں ان میں ایک بڑا حصہ ایسا ہے جس کا میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔

الخطیب نے امام بخاری کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ

تركت عشرة آلاف حديث لرجل فيه نظر وتركت مثله او اكثر لغيره فيه نظر ص۲۵ ج۲ تاریخ بغداد	کسی شخص (راوی) کی روایت کردہ دس ہزار حدیثوں کو میں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ اس شخص میں کوئی بات محل غور و فکر نظر آتی تھی اور اسی قدر یا اس سے زیادہ مقدار والی حدیثوں کو میں نے اسی لئے ترک کر دیا کہ ان کے بیان کرنے والے میں بھی کوئی بات قابل غور نظر آئی،

احتیاط کرنے والے اس سلسلہ میں کن حدود تک پہونچ گئے تھے اس کا اندازہ اس

واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے جس کا ذکر ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں کیا ہے، تیسری صدی ہجری کے ایک محدث ابن رستم ہیں جن کا نام احمد بن مہدی بن رستم تھا، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ

افتقد من کتبہ کتاب قبیصۃ ثم وجد علیہ فترک قرائتہ ج ۱ ص ۴۲۰

قبیصہ (تابعی) کی روایت کردہ حدیثوں کا مکتوبہ مجموعہ گم ہو گیا، بعد کو گم ہونے کے بعد وہی نسخہ ابن رستم کو مل گیا، (مگر اس لئے کہ درمیان یہ نسخہ غائب ہو گیا تھا) اس کی مندرجہ روایتوں کا پڑھنا چھوڑ دیا۔

یعنی ان کو شبہ ہوا کہ جس زمانہ میں کتاب غائب رہی، ممکن ہے اس میں کسی نے کچھ کمی و بیشی کر دی ہو، صرف اس شک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس حصہ کا پڑھنا ہی انھوں نے ترک کر دیا اس میں شک نہیں کہ حدیثوں کی روایت میں احتیاط کی ان نزاکتوں کا احساس خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کرایا ہوا تھا، عرض کر چکا ہوں کہ من کذب علی متعمداً والی روایت قریب قریب تواتر کے درجہ میں جو پہونچ گئی ہے اس کی وجہ یہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً صحابہ میں روایت حدیث کی ذمہ داریوں کو مختلف طریقوں سے راسخ کرانا چاہتے تھے، صحاح کی کتابوں میں تو مجھے یہ روایت نہیں ملی لیکن امام ابو جعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں اپنی متصل سند کے ساتھ اس کو درج کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی مجلس میں ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے ایک حدیث بیان کی، مجلس میں حضرت مالک بن عبادہ صحابی بھی شریک تھے، آپ نے فرمایا کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عہد الینا فی حجۃ الوداع فقال علیکم بالقرآن وانکم سترجعون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع (آخری حج) میں ہم لوگوں کو اس عہد کا پابند بنا فرمایا کہ چاہئے کہ قرآن کو پکڑے رہو، قریب

الی قوم یشتهون الحدیث عنی فمن عقل شیئاً فلیحدث به ومن افتری علی فلیتبوء بیتا او مقعدا فی جهنم (ملخصاً اشکل الآثار)

ہے کہ تم ایسے لوگوں کے پاس واپس کئے جا رہے ہو جو چاہیں گے کہ میری حدیثیں ان سے بیان کرو پس اس سلسلہ میں جس کسی نے کسی بات کو سمجھ لیا ہے اور یاد کر لیا ہے اسے چاہئے کہ اس حدیث کو بیان کر دے (اور یاد رکھو) کہ قصداً میری طرف جو جھوٹ کو منسوب کرے گا اسے اپنا ٹھکانہ یا (فرمایا) کہ اپنا گھر چاہئے کہ جہنم میں بنالے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وداعی وصیت کے ان الفاظ میں اور حدیثوں کی روایت کرنے میں حضرت عمرؓ لوگوں پر جن الفاظ کے ساتھ تاکید فرماتے تھے۔ کچھ فرق ہے اور یہی میں کہنا چاہتا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی مبارک وصیت کی تجدید حضرت ابوبکرؓ بھی اور حضرت عمرؓ بھی اپنے اپنے عہد خلافت میں فرماتے رہے، صحابہ کو بھی روایت حدیث کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی اور صحابہ کے بعد مسلمانوں کی جو جماعت حضرت عمرؓ کے سامنے آئی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے استفادے کا موقع تو کیا ملتا، ان میں بڑی تعداد ایسوں کی تھی جنہوں نے پیغمبر کو دیکھا بھی نہ تھا مگر حضرت عمرؓ کی دارو گیر کی غیر معمولی سختیوں ہی کا نتیجہ تھا کہ جب بڑے بڑے صحابہ میں کامل اطمینان کے بغیر حدیثوں کی روایت کرنے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی تو دوسروںؓ کے لئے جسارت کا موقع ہی کیا تھا یہی وجہ تھی جو امیر معاویہ اپنی حکومت کے زمانہ میں لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ

(باقی آئندہ)